له الملك وله الحمد

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

الحمد للہ

والمنۃ

کہ

رسالہ

مخزن ثنائی نمبر (۲)

یعنی چند مذہبی مضامین کا مجموعہ

مؤلفہ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل)

امرتسری

ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء میں

راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں ٹھاکر مدن گوپال پرنٹر نے چھاپا اور مولوی ثناء اللہ نے شائع کیا

تعداد جلد ۱۲۰۰

AsliAhleSunnet.com

توحید و تثلیث

اربًا واحدًا ام الف رب
ادین اذا تقاسمت الامور

قرآن مجید کے نزول کے وقت دنیا میں متعدد مذاہب مروج تھے جن کا مجموعہ ملک عرب میں موجود تھا قرآن مجید کا اصلی مقصود چونکہ دنیا میں اشاعت توحید ہے۔ اس لئے جو مذہب بھی اس تعلیم کے خلاف ہوگا۔ لازمی بات ہے۔ کہ قرآن مجید نے اوسپر توجہ کی ہوگی آج جس عنوان پر ہم کچھ لکھنے کو ہیں۔ یہ مسئلہ توحید و تثلیث کا ہے۔ مخزن نمبر اول میں ہم نے مسئلہ کفارہ مسیح پر بحث کی ہے۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے۔ کہ مسئلہ کفارہ مسئلہ تثلیث کی فرع ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو زیادہ توجہ سے سننا چاہئے۔

توحید کے معنے تو صاف ہیں خصوصاً وہ توحید جو اسلام اور قرآن مجید سکھاتا ہے۔ وہ کیا ہے خدا اپنی ذات اور صفات کاملہ میں یکتا ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔ نہ اوس کی صفات کاملہ میں سے کسی صفت سے کوئی متصف ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ۔ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

اے نبی! تو کہہ۔ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اوس نے کسی کو جنا۔ نہ وہ جنا گیا۔ نہ اوسکی کفو (نوعیت) کا کوئی ہے۔

یہی مضمون کا عنوان ہے اسلامی کلمہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

مگر عیسائیوں نے بجائے توحید کے تثلیث اختیار کر رکھی ہے۔ جسپر قرآن مجید میں خفگی کا اظہار بھی آیا ہے وہ کیا ہے؟ ہم اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ انہی کے لفظوں میں سناتے ہیں۔ عیسائیوں کی معتبر اور مروجہ کتاب "دعاء عمیم" (جسکو نماز کی کتاب بھی کہتے ہیں) میں تثلیث کی صورت یوں مرقوم ہے

مقدس اتھاناسیس کا عقیدہ

جو کوئی نجات چاہتا ہو۔ اسکو سب باتوں سے پہلے ضرور ہے۔ کہ عقیدہ جامعہ رکھے

اس عقیدے کو جو کوئی کامل اور بے داغ نگاہ نہ رکھے۔ وہ بے شک عذاب ابدی میں پڑے گا۔

اور عقیدہ جامعہ یہ ہے۔ کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں۔

نہ اقانیم کو ملائیں۔ نہ ماہیت کو تقسیم کریں کیونکہ باپ ایک اقنوم بیٹا ایک۔ اور روح قدس ایک اقنوم ہے

مگر باپ بیٹے اور روح قدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا۔ اور ویسا ہی روح قدس ہے۔

باپ غیر مخلوق۔ بیٹا غیر مخلوق۔ اور روح قدس غیر مخلوق۔

باپ غیر محدود۔ بیٹا غیر محدود۔ اور روح قدس غیر محدود۔

باپ ازلی۔ بیٹا ازلی اور روح قدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں۔ بلکہ ایک ازلی۔

اسی طرح تین غیر محدود نہیں۔ اور نہ تین غیر مخلوق۔ بلکہ ایک غیر مخلوق اور ایک غیر محدود۔

یونہیں باپ قادر مطلق۔ بیٹا قادر مطلق اور روح قدس قادر مطلق۔

تو بھی تین قادر مطلق نہیں۔ بلکہ ایک قادر مطلق ہے۔

ویسا ہی باپ خدا بیٹا خدا اور روح قدس خدا۔ تسپر بھی تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک خدا

اسی طرح باپ خداوند۔ بیٹا خداوند اور روح قدس خداوند۔

تو بھی تین خداوند نہیں۔ بلکہ ایک خداوند کیونکہ جس طرح مسیحی عقیدہ سے ہم پر فرض ہے کہ ہر ایک اقنوم کو جدا گانہ خدا اور خداوند مانیں۔

اسی طرح دین جامع سے ہمیں یہ کہنا منع ہے کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں

باپ کسی سے مصنوع نہیں۔ نہ مخلوق نہ مولود بیٹا اکیلے باپ سے ہے۔ مصنوع نہیں نہ مخلوق پر مولود۔

روح قدس باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود پر نکلتا ہے۔ پس ایک باپ ہے نہ تین باپ۔ ایک بیٹا ہے نہ تین بیٹے۔ ایک روح قدس ہے نہ تین روح قدس۔

اور اس تثلیث میں ایک دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا نہیں۔

بلکہ بالکل تینوں اقانیم باہم ازل سے برابر یکساں ہیں۔

اسلئے سب باتوں میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تثلیث میں توحید کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کرنی چاہئے۔

پس جو کوئی نجات چاہتا ہے۔ اُسے ضرور ہے

AsliAhleSunnet.com

کہ تثلیث کی بابت ایسا ہی سمجھے۔

علاوہ اس کے نجات ابدی کے لئے ضرور ہے کہ ہمارے یسوع مسیح خداوند کے مجسم ہونے پر بھی ایمان صحیح رکھے۔

کیونکہ ایمان صحیح یہ ہے۔ کہ ہم اعتقاد اور اقرار کریں۔ کہ خدا کا بیٹا ہمارا خداوند یسوع مسیح خدا اور انسان بھی ہے۔

خدا ہی باپ کی ماہیت سے عالموں کے پیشتر مولود اور انسان ہے۔ اپنی ماں کی ماہیت سے عالم میں پیدا ہوا۔

کامل خدا اور کامل انسان نفس ناطقہ اور انسانی جسم کے ساتھ۔

الوہیت کی راہ سے باپ کے برابر۔ اور انسانیت کی راہ سے باپ سے کمتر۔

وہ اگرچہ خدا اور آدمی بھی ہے۔ پر دو نہیں۔ بلکہ ایک مسیح ہے۔

ایک ہی اس طور پر نہیں۔ کہ الوہیت کو جسم سے بدل ڈالا۔ بلکہ انسانیت کو خدا میں لیا۔

سب طرح سے ایک ہی ماہیت کے ملانے سے نہیں۔ بلکہ اقنوم کی یکتائی سے۔

کیونکہ جس طرح نفس ناطقہ اور جسم ایک انسان ہے۔ اسی طرح خدا اور انسان ایک مسیح ہے۔ جس نے ہماری نجات کے واسطے دکھ اٹھایا۔ عالم ارواح میں جا اترا تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا۔" (دعاء عمیم صہ۲ تا ۲۶)

یہ عقیدہ جیسا کچھ اپنے لفظوں میں واضح ہے۔ معنے میں بھی صاف ہے۔ تثلیث کے متعلق مزید کیفیت پادری فنڈر کے الفاظ میں ہم دکھاتے ہیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"مسیح بندہ بھی ہے۔ اور مالک بھی ہے۔ اور آدمی بھی ہے اور خدا بھی ہے۔ اسی سبب سو بعض آیتوں میں اسکی بشریت اور بعض میں اسکی الوہیت بیان ہوئی ہے۔ وہ اپنی الوہیت کی نسبت قدیم ہے۔ اور انسانیت کی نسبت حادث اور بھیجا ہوا ہے۔ الوہیت اسکی باطنی ذات ہے۔ اور انسانیت اس کی ظاہری ذات ہے۔ الوہیت کی صفات الوہیت سے اور انسانیت کی صفات انسانیت سے متعلق ہیں۔ نہ یہ کہ ایک دوسرے سے مخلوط ہو گئی ہوں۔ الوہیت کی نسبت ساری صفات الٰہیہ اُس سے منسوب ہیں۔ اور انسانیت کی نسبت ہر ایک صفت میں انسان کی مانند ہے۔ مگر گناہ میں۔ انسانیت کی نسبت خدا سے کمتر ہے۔ اور اُلوہیت کی نسبت خدا کے ساتھ ایک اور برابر ہے۔ نہ تو انسانیت الوہیت سے بدل گئی۔ نہ الوہیت انسانیت مرکب ہوئی۔ نہ قدیم حادث ہو گیا نہ حادث قدیم ہو گیا۔ جیسا کہ روح و بدن کہ نہ روح بدن سے مرکب ہے۔ اور نہ بدن روح سے۔ بدن کی صفات اور ہیں۔ روح کی صفات اور اور وہ علاقہ جو الوہیت و انسانیت کے درمیان مسیح میں ہے۔ نہ تو حلول کی قسم سے ہے۔ نہ اتحاد کی۔ بلکہ وہ ایک خاص علاقہ ہے۔ جس کی ماہیت اسرار الٰہی میں سے ہو کر عقل کی دریافت سے خارج اور معدوم الادرک کی قسم سے ہے۔"

(مفتاح الاسرار صہ۱۹ تا ۲۰)

باوجودیکہ پادری صاحب نے مسئلہ تثلیث کے سمجھانے میں بہت زور لگایا تاہم وہ اقراری ہیں کہ انسان اس کے سمجھنے میں قاصر ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ تعلیم مزبورہ کی نسبت مسیحی باپ اور بیٹے اور روح القدس کے درمیان امتیاز رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک اقنوم کے ساتھ شخصیت لگاتے ہیں۔ پر نہ اس معنے سے۔ کہ گویا تین ذات یا تین خدا ہیں۔ بلکہ صرف خدا کے واحد کو مانتے اور اس کی پاک ذات کی وحدانیت پر کلی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس طرح پر کہ خدا کی پاک ذات میں اس طرح سے کہ وحدانیت معدوم نہ ہو تین مخصوصیت یعنے ذات کے ساتھ تین نسبت ذاتیہ یا تین اقنوم مستجن و مخفی جانتے ہیں۔ اور ذات کی اس تثلیث بموجب خدا نے اپنے تئیں مقدس کتابوں میں باپ اور بیٹے اور روح القدس ہی کے نام سے بیان کیا ہے لیکن اس بات کی تفصیل اور ثبوت کہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ذات کی وحدانیت باوجود تین اقنوم کے معدوم نہ ہو۔ انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ انسان اپنے قاصر وہم و فہم سے خدا کی پاک ذات کے گہراؤ کو نہیں ناپ سکتا۔ اور اپنی ضعیف عقل و گمان سے اس مطلق اور مُغیب ذات کے بیان کو نہیں پہنچ سکتا" (مفتاح الاسرار صہ۳۲ تا ۳۴)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کہتے ہیں:۔

"کثرت فی الوحدت (یعنے تثلیث) ایک ایسا مسئلہ ہے کہ نہ اس کے سمجھنے والا پیدا ہوا نہ ہوگا (جنگ مقدس)

سچ تو یہ ہے کہ ہم اس عقیدے کے سمجھنے میں بالکل قاصر ہیں۔ اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہیں پادری صاحبان بھی خود اقراری ہیں کہ انسان کی عقل اس عقدہ لاینحل کو حل نہیں کر سکتی۔ اب ہم سوال کریں۔ تو کس سے؟ پوچھیں تو کس سے؟ تاہم اس خیال سے کہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" ممکن ہے کوئی صاحب ہم سے یا پادری صاحبان سے زیادہ عقلمند پیدا ہوں جو ہم جیسے کم سمجھوں کے عقدوں کو حل کر دیں۔

اٹھاناسیس نے جو کہا ہے۔

"کہ جس طرح نفس ناطقہ اور جسم ایک انسان ہے۔ اسی طرح خدا اور انسان ایک مسیح ہے"

اسپر سوال ہے۔ کہ نفس ناطقہ (روح) اور جسم سے جو انسان بنا تو مرکب ہو کر بنا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مرکب اپنی ترکیب سے پہلے نہیں ہوتا۔ اور بعد ترکیب نہیں رہتا۔ مثلاً جو دیوار آج ہمارے سامنے ہے۔ اینٹوں اور چونے سے مرکب ہو کر بنی ہے۔ اس ترکیب سے پہلے نہ تھی۔ اور اس ترکیب کے اکھڑنے کے بعد بھی نہ رہیگی۔ اسی طرح روح

AsliAhleSunnet.com

اور جسم کی ترکیب سے پہلے انسان نہیں ہوتا۔ تو کیا اسی طرح مسیح کی شخصیت ہی ترکیب پذیر ہونے کے باعث حادث اور قابل فنا ہے۔ یا کچھ اور ہے جب حادث ہے تو اوس کے مخلوق ہونے میں کیا شک ہے۔ کیونکہ حادث اور مخلوق ایک ہی شے ہے۔ اور جب مخلوق ہے تو اوس کا خالق کون ہے؟ غالباً وہی ہوگا جس نے فرمایا۔

اِنَّ مَثَلَ عِیسٰے عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔

(مسیح کی مثال خدا کے ہاں آدم کی سی ہے۔ اللہ نے اوسکو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر کہا ہو جا وہ ہوگیا)

اور اگر باوجود ترکیب پذیر ہونے کے مسیح حادث نہیں۔ تو یہ منطق ذرا ہمیں بھی سمجھا دیجئے کہ کوئی شے باوجود مرکب ہونے کے بھی حادث نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ اوسکی ترکیب ہی اوس کے حدوث کی مقتضی ہے

یہ سوال تو جناب مسیح کی نسبت ہے دوسرا سوال ذات باری تعالےٰ کی نسبت ہے۔ انطھاناسیس اور پادری فنڈر کی منقولہ عبارات صاف بتلا رہی ہیں۔ کہ ذات پاک باری تعالےٰ ایک ہے مگر اس ایک ہونے میں بھی کثرت مخفی ہے چنانچہ پادری فنڈر لکھتے ہیں:۔

"مسیحی باپ اور بیٹے اور روح قدس کے درمیان امتیاز رکھتے ہیں اور ہر ایک اقنوم کے ساتھ شخصیت لگاتے ہیں۔ پر نہ اس معنے سے کہ گویا تین ذات یا تین خدا ہیں بلکہ صرف خدائے واحد کو مانتے اور اوس کی وحدانیت پر کلی اعتقاد رکھتے ہیں (مفتاح صلاہ)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے۔ کہ تثلیثی عیسائی خدا کو واحد مانتے ہیں۔ مگر اسطرح جیسے کسی ایسی چیز کو جسکے تین اجزا ہوں۔ وحدت شخصیہ سے شخص بناکر ایک سمجھا جاوے۔

مثال کے لئے ایک چھتری کو لیجئے جس میں لوہا کپڑا۔ اور لکڑی کی چھڑی ہوتی ہے۔ تینوں کی شخصتیں الگ الگ ہیں۔ مگر چھتری کی شخصیت میں تینوں کی شخصیت کا امتیاز نہیں۔ یعنے تینوں کو الگ الگ چھتری نہیں کہا جاتا۔ چھتری تو ایک ہے۔ ہاں اوس کے جزو تین ہیں۔ بس اگر یہی مطلب ہے۔ تو ایسی چیز کے مرکب ہوکر حادث ہونے میں کیا شک ہے؟

اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسا خدا جو اپنی ذات میں تین حصوں سے مرکب ہونے کی وجہ سے حادث ہے اسکا محدث (وجود دینے والا) کون ہے؟ غالباً وہی ہوگا جس نے کہا ہے

خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا

خدا نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور صحیح اندازہ کیا

انطھاناسیس اور پادری فنڈر کے اقوال تو ناظرین نے سمجھ لئے۔ اب ایک ایسے پادری صاحب کی بات بھی سنئے۔ جن کا نام نامی واسم گرامی (سابق مولوی) پادری عماد الدین پانی پتی مقیم امرت سر ہے آپ اپنی کتاب تحقیق الایمان میں لکھتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ تثلیث جو اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے اسطرح پر مذکور ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور خدا تین ہے۔ یعنے الوحدۃ فی التثلیث والتثلیث فی الوحدۃ تو ایک میں تین اور تین میں ایک یہ بات آدمی کی سمجھ سے اونچی ہے۔ جیسے کہ وحدت جسپر اہل اسلام نازاں ہیں۔ وہ بھی ایسی چیز ہے کہ کسی بشر کی عقل اسکو سمجھ نہیں سکتی۔ اور نہ آج تک کوئی مسلمان اس کے معنے سمجھا۔ اگر مسلمان لوگ وحدت کے حقیقی معنے ہمکو سمجھا سکتے۔ تب انکو تثلیث پر اعتراض کرنا جائز ہوتا یا فرض تثلیث ہی کی تعلیم انجیل میں ہوتی۔ اور وحدت کا ذکر نہ ہوتا۔ تو بھی مقام اعتراض تھا۔ مگر انجیل میں کئی جگہ ×وحدت کی تعلیم موجود ہے جو کوئی خدا کو واحد خدا نہ جانے۔ وہ کافر ہے۔ لیکن وحدت کا تثلیث میں اور تثلیث کا وحدت میں ہونا یہ امر ہی جدا ہے جو وحدت کے منافی نہیں ہے۔ یہ تو ذات واحد کی اندرونی کیفیت کا بھید ہے۔ اور اس سے کفر و شرک لازم نہیں آتا۔ ہاں اگر وحدت عقلی یعنے وہ وحدت جو انسان کی عقل تجویز کرے خدا تعالےٰ کی ذات میں تسلیم کی جائے تو تثلیث عقلی اس میں خلل انداز ہوسکتی ہے۔ اور جبکہ ان دونوں یعنے وحدت و تثلیث میں عقل و ادراک کو پورا دخل ہی نہیں ہے۔ اور معلم اس عقیدے کا خود خداوند کریم ہے۔ تو اس کا ماننا ایمان اور نہ ماننا کفر ہوگا۔ (تحقیق الایمان صلا)

کیا خوب! پادری صاحب نے مسئلہ تثلیث کو ناقابل فہم کہتے کہتے توحید کو بھی اسی کی ذیل میں گن دیا کہ یہ بھی ناقابل فہم ہے۔ کیوں صاحب۔ یہ کیوں ناقابل فہم ہے؟ سنئے ؎

خدا ایک ہے کوئی اُس سا نہیں
کسی کام میں ساجھی اوسکا نہیں

اور سنئے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لایق
زباں اور دل کی شہادت کے لایق
اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لایق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لایق
لگاؤ تو لَو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اوس کے آگے جھکاؤ

بتلائے اس میں کونسی بات ناقابل فہم ہے ہاں پادری صاحب نے یہ خوب کہا۔

"وحدت کا تثلیث میں اور تثلیث کا وحدت میں ہونا یہ امر ہی جدا ہے۔ جو وحدت کے منافی نہیں ہے یہ تو ذات واحد کی اندرونی کیفیت کا بھید ہے"؟

بہت خوب۔ ہم بھی تو یہی کہتے اور جانتے ہیں کہ تثلیث سے خدائے تعالےٰ کی ذات پاک کے اندر ترکیب لازم آتی ہے۔ گو اوپر سے ایک رہتا ہے مگر تین سے ترکیب پاکر حادث ہوجاتا ہے جس سے اوسکی صفت قدامت کو نقصان پہنچتا ہے۔ جسپر خدائی کا دار و مدار ہے

یہاں تک تو مسیح کے اقنوم و تثلیث ہونے پر بحث تھی۔ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ پادری صاحبان نے اسی پر قناعت نہیں کی کہ جناب مسیح ثلث تثلیث

× جب ہی تو تعارض ہے (مولف)

AsliAhleSunnet.com

ہیں۔ بلکہ اور بھی ترقی کی ہے۔ پادری فنڈر لکھتے ہیں۔

وہ جو جنگل میں جلتے ہوئے بوٹے (درخت) میں موسے پر ظاہر ہوا۔ مسیح تھا (مفتاح الاسرار ص ۳۰)

حالانکہ قرآن اور توریت دونوں متفق ہیں کہ حضرت موسے پر ظاہر ہونے والے نے یہ کہا۔

میں تیرے باپ کا خدا اور ابراہیم کا خدا اور اسحٰق کا خدا۔ اور یعقوب کا خدا ہوں۔

(توریت کی دوسری کتاب (خروج) باب ۳ آیت ۶)

پادری عمادالدین پانی پتی لکھتے ہیں:-

مسیحی یسوع مسیح کو محض خدا نہیں کہتے بلکہ خدائے مجسم کہتے ہیں یعنے خدا جسم میں ظاہر ہوا۔

(تحقیق الایمان ص ۱۲۵)

مسٹر عبداللہ آتھم نے مباحثہ امرتسر میں صاف کہا تھا کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا مسیح ہے۔ (جنگ مقدس)

ان حوالجات سے کیا ثابت ہوا۔ یہ کہ بقول عیسائیان حضرت مسیح ثلث تثلیث ہے۔ بلکہ وہ خود خالق کائنات ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے ان کے حق میں دو لفظ فرمائے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

حقانی تعلیم سے وہ لوگ منکر ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ اللہ تین میں سے ایک ہے۔ وہ لوگ بھی خدا کی خدائی سے منکر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ ہی مسیح ہے۔

سچے رسول سید الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سچ فرمایا ہے جسکا ترجمہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی نے کیا اچھا کیا ہے

نصاریٰ نے جسطرح کھایا ہے دھوکا
کہ سمجھے ہیں بیٹے کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا
میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا
سب انسان ہیں جس طرح سرفگندہ

اسی طرح ہوں میں بھی اک اسکا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اسکا اور ایلچی بھی

اظہار مسرت } توحید بھی کیا ہی عجیب نعمت ہے۔ کہ جو اس سے منکر ہیں۔ وہ بھی آخر کار قایل ہونے ہی میں اپنا بھلا جانتے ہیں پادری فنڈر لکھتے ہیں۔

مسیحی مشرک نہیں۔ جیسا کہ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) بے خبری سے کہتے ہیں۔ بلکہ حقیقت میں خدا کی وحدانیت کے معتقد ہیں۔

(مفتاح الاسرار ص ۱۳)

خدا کرے ہمارے مسیحی دوست واقع میں خدا کی وحدانیت کے قایل ہو جاویں۔ اور یہ کہنے سے باز آ جاویں

حضرت یسوع مسیح انسان بھی ہے اور خدا بھی

دعاء

ہند کو اسطرح ایمان سے بھر دو اے شاہ
کہ نہ آئے کوئی آواز بجز اللہ اللہ

اخبار اہلحدیث کی ضمانت

اور

اُس کا جواب

احباب دریافت کرتے ہیں۔ کہ اخبار اہلحدیث سے ضمانت کیوں طلب ہوئی۔ اور طلب ہونے پر کیا کارروائی ہوئی۔ اور اخبار اہلحدیث کب تک بند رہے گا۔ اور کب مثل سابق جاری ہوگا؟

ایسے احباب کی اطلاع کے لئے محرر ہے۔ کہ ۲۶ اکتوبر کے پرچہ میں ایک مضمون نکلا تھا جس کا عنوان تھا۔ بائبل میں کفارہ (انجیلی یسوع گنہگار تھا یا نہیں) اس میں مضمون نگار نے انجیلی حوالہ جات سے ثابت کرنا چاہا۔ کہ یسوع مسیح گنہگار تھا۔ اس لئے بقول عیسائیان وہ کفارہ نہیں ہو سکتا گورنمنٹ نے اس مضمون کو عیسائیوں کے حق میں دل آزار قرار دیکر دو ہزار روپیہ کی ضمانت کا حکم دیا۔ یہ حکم ۷ دسمبر کو پہنچا تھا جس میں سات روز کی مہلت تھی۔ اس کے جواب میں خاکسار نے گورنمنٹ پنجاب کو ایک درخواست دی۔ جسکا خلاصہ ترجمہ درج ذیل ہے۔

بعد تمہید ضروری گذارش ہے

اہلحدیث کا اعتراضی مضمون صرف مذہبی ہے۔ اس میں کوئی بات دل آزاری کی قسم سے نہیں ہے مضمون نگار نے حوالجات انجیلی اور ان کے نتائج تک اپنے آپ کو محدود رکھا ہے۔ برخلاف اس کے اس مضمون کی عبارت جسکا درحقیقت یہ جواب ہے۔ پریس ایکٹ کے بالکل خلاف ہے

مذہبی مباحثوں میں اسلام پیغمبر اسلام (علیہ السلام) اور قرآن کے متعلق اہل مذاہب (مثلاً عیسائیوں) کی طرف سے مضامین نکلتے رہتے ہیں۔ قدرتی طور پر ایسے مضامین کے جواب اہل اسلام کی طرف سے دئے جاتے ضروری ہیں۔ مشمولہ اقتباسات (از کتب عیسائیان) کے ملاحظہ کرنیکے بعد بلاشبہ آپ خاکسار سے اتفاق کرینگے۔ کہ وہ اقتباسات نہایت ہی قابل اعتراض ہیں۔ اور انکا رجحان غریب مسلمانوں کی جو شہنشاہ معظم کی رعایا ہیں تحقیر کرنیکا ہے چونکہ ایسے مضامین عیسائی مصنفوں کو کسی قسم کی تنبیہ نہیں کیگئی۔ اس لئے یہ سمجھا گیا کہ قانون مطابع کی دفعات ایسے مضامین پر حاوی نہیں ہوتی۔ جن کے متعلق آزادانہ طور پر بحث ہوتی رہتی ہے

میں جرأت سے عرض کر سکتا ہوں کہ باوجود ان باتوں کے اہلحدیث کا اعتراضی مضمون عیسائیوں کے مضمون اثبات کفارہ کے مقابلہ میں ہر قسم کے اعتراضات سے بری ہے

بحالات مذکورہ بالا میں عرض پرداز ہوں کہ اہلحدیث کو

م ضمانت کے حکم سے بری فرما دیں گے۔ یہ عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ اہلحدیث ایک مذہبی اخبار ہے جو دس سال سے جاری [illegible]

AsliAhleSunnet.com

اس درخواست میں جس فہرست کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حوالجات مخزن نمبر اول میں درج ہو کر ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکے ہیں

یہ درخواست ۱۵ دسمبر کو صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر کی معرفت دی گئی۔ اس کے بعد کمشنر صاحب اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب وغیرہ سے ملاقات کر کے زبانی معروضات بھی کئے ہ جن کے فیصلہ کی اطلاع آج (۱۲۔ جنوری ۱۹۱۱ء) تک نہیں ملی۔ امید ہے جلدی فیصلہ ہو کر اخبار اہلحدیث قید سے آزاد ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

حساب ضمانت فنڈ

تصحیح ضمانت فنڈ { ۲۱۔ نومبر مطابق ۲۱۔ ذی الحجہ کے پرچہ میں صلا کالم اول پر ۸ کی غلطی ہے ۶۹ روپیہ کو ۶۹ سمجھیں۔ ۲۸ نومبر میں مالعیہ کو مالعیہ ر ۵۔ دسمبر صلا میں مالعیہ کو ۱۶۵ سمجھیں ۱۲ دسمبر کے پرچہ میں صلا پر کلمیزان ما عیہ کی بجائے ما عیہ سمجھیں۔ نیز اسی تاریخ کے اشتہار میں رقم لعہ کو لعہ اور کل رقم ما ۱۹۵ کو ما ۲۱۰ سمجھیں۔ میزان مندرجہ کالم ۲۶ دسمبر میں بجائے للعہ لعہ سمجھیں۔ اور مخزن ثنائی نمبر اکی کل رقم ایکہزار تین سو اکیا لیس روپے تیرہ آنہ کو السا عیہ ۱۳۷۹ روپے ۵ آنے سمجھیں۔ ۳۰ جنوری کے بعد مندرجہ ذیل رقوم آئیں۔

مرزا محمد خلیل صاحب مرزا پور اعظم گڈھ عم
مولوی اصغر علی صاحب از کلکتہ صمہ
معرفت ڈاکٹر جلال الدین صاحب پشاور عہ

مہر امام الدین موضع بھوٹے وال تحصیل معرفت قاضی رحمت اللہ ضلع امرتسر عہ مولوی محمد سلیمان روڑی تحصیل میاں عبدالرشید ٹھیکیدار جہلم عہ معرفت مولوی احمد علی صاحب چھی واڑہ صمہ

معرفت مولوی عبدالوہاب شیخ علی پور مرشد آباد عہ

معرفت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آباد عہ میاں نور محمد نلبند مکی اراں والی عمر معرفت محمد صدیق از آمر گڑار تحصیل

(بقیہ دیکھو بر صلا کالم ۳)

قرأت خلف الامام

(از جناب مولوی محمد عبد الحمید صاحب حقانی بہاروی مترجم دفتر ناظم طبابت حیدرآباد دکن)

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۸ء کے پرچہ میں مولوی شرف الدین صاحب امام مسجد ڈوڈلہ پختہ کا مضمون اور اوسکا عالمانہ تعاقب منجانب مولوی محمد ابوالقاسم صاحب بنارسی سلمہ اللہ تعالے میری نظر سے گذرا۔ لیکن چونکہ تعاقب مذکور مختصر اور مجمل ہے اس لئے حسب ذیل عرض ہے:۔

مولوی شرف الدین صاحب کی پہلی حدیث جس کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ عن عبادۃ بن صامت قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص فاتحۃ الکتاب (الحمد) نہ پڑھے۔ نماز نہیں ہوتی۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور متفق علیہ اس حدیث کو کہتے ہیں۔ جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہو۔ اور حدیث صحیح کے سات درجے ہیں۔ اور سب سے اعلےٰ درجہ صحیح کا یہ ہے کہ وہ حدیث بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالے دونوں نے روایت کی ہو۔ ملاحظہ ہو۔ نخبۃ الفکر مطبوعہ نظامی صفحات ۱۵ و ۱۶۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے۔ کہ اس سے زیادہ اور کوئی درجہ صحیح کا نہیں۔ اور اس میں یہ بیان ہے۔ کہ جو شخص نماز میں الحمد نہ پڑھے۔ اوس کی نماز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ امام ہو۔ خواہ منفرد یا مقتدی

پس ہمارے حنفی بھائیوں کو لازم ہے کہ فوراً سے پیشتر اس حدیث پر جو اصح الحدیث ہے عمل کریں۔ بعض حنفی بھائی اس حدیث پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں مقتدی کا نام نہیں ہے۔ تو پھر مقتدی کی نماز بدون الحمد کے کیوں نہ ہوگی۔ مگر اون کے اس اعتراض میں بالکل جان نہیں۔ اسواسطے کہ نام تو منفرد اور امام کا بھی نہیں ہے۔ اور اگر صرف نام نہ ہونے سے وجوب ساقط ہوتا ہے۔ تو چاہئے۔ کہ امام اور منفرد پر بھی الحمد کا پڑھنا واجب نہ ہو۔ حالانکہ عند الجمہور ایسا نہیں۔ اور یہ بات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے کہ نام تو تینوں کا نہ ہو۔ مگر دو پر واجب اور ایک کو منع۔ ہاں یہ بات تو اوسی وقت کارآمد ہو سکتی تھی۔ جب کہ مقتدی کی خصوصیت یا استثناء والی حدیثیں صحیح سند سے ثابت ہو جاتیں۔ مگر تقدیر الٰہی سے وہ ثبوت کو نہ پہنچیں بلکہ اونکا خلاف ثابت ہے۔ یعنے جو احادیث مقتدی کو الحمد کے پڑھنے سے ممانعت کے بارہ میں آئی ہیں۔ اون میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ اور سب میں کچھ نہ کچھ علت ہے۔ جیسا کہ ہماری ذیل کی تحریر سے قاریان کرام پر واضح ہو جائیگا

پہلی حدیث میں من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ (جسکا صحیح مطلب تو ہمارے مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سلمہٗ نے بیان فرما دیا اور جو ہمارے مفید مطلب ہے۔ اور اگر اسکا ترجمہ حسب ذیل بھی کیا جائے جیسا کہ ہمارے حنفی بھائی کیا کرتے ہیں "جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو۔ تو اوس امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأت ہے" یعنے امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ اور مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں" تب بھی ہمارے حنفی بھائیوں کا مدعا حاصل نہیں ہوتا اولاً اس وجہ سے کہ یہ حدیث مرسل و منقطع ہے۔ قابل حجت کے نہیں جیسا کہ کتب اصول حدیث مثلاً اتمام الدرایہ۔ قدریب۔ جواہر الاصول۔ غایۃ التوضیح میں ہے۔ ثانیاً یہ حدیث ضعیف ہے۔ جیسا کہ کلام السبیل نیل الاوطار میں ہے۔ کہ دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو بجز امام ابوحنیفہ رح و حسن بن عمارہ کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔ اور حسن بن عمارہ ضعیف ہے۔ اس کے سوا حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر صفحہ ۸۷ میں فرماتے ہیں

حدیث من کان لہ امام فقرأۃ الامام

AsliAhleSunnet.com

لقراءة من حدیث جابر ولہ طرق عن جماعۃ من الصحابۃ وکلہا معلولۃ۔ یعنے حدیث من کان لہ الخ جابر کی روایت سے آئی ہے۔ اور اس کے بہت طریقے یعنے سندیں بہت سے صحابہ سے آئی ہیں مگر سب کی سب ایسی ہیں جن میں کچھ نہ کچھ علت ہے یعنے جرح سے ایک بھی خالی نہیں۔ اور تفسیر ابن کثیر صلا جلد اول میں ہے۔ وقد روی ھذا الحدیث من طرق ولا یصح شیئ منہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنے یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے۔ لیکن مرفوع سند ایک بھی صحت کو نہ پہنچی، بیہقی رح نے اپنی سنن میں فرمایا انہ ضعیف عند جمیع الحفاظ وقد استوعبت طرقہ۔ تحقیق یہ حدیث تمام حفاظ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ حالانکہ یہ بہت طرق سے روایت کی گئی ہے۔ ایسا ہی جامع صغیر کی شرح سراج المنیر اور تخریج ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ تعلیق المغنی حاشیہ دار قطنی میں ہے۔ سلمہ بن محمد فقیہ نے بیان کیا۔ کہ میں نے حافظ الحدیث ابو موسے رازی سے حدیث من کان لہ امام الخ کا حال دریافت کیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ اس مضمون کی مرفوع روایت یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تو صحیح سند کے ساتھ کوئی بھی نہیں اس حدیث کے ضعف کی یہ وجہ بھی ہے۔ کہ اس حدیث کا ایک راوی جابر جعفی ہے۔ اور تخریج ہدایہ اور برہان شرح مواہب الرحمان میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اس کے (یعنے جابر جعفی رح کی نسبت یہ فرمایا۔ ما رایت اکذب منہ (اس سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں دیکھا) لہذا ہم اہلحدیث تو ایسے جھوٹے شخص کی روایت کو جس کے دروغ کا حال امام ابو حنیفہ رح ان الفاظ میں فرما رہے ہیں۔ فوراً سے پیشتر چھوڑ بیٹھے۔ اور حنفی بھائیوں سے امید واثق رکھتے ہیں۔ کہ وہ حسب عادت مستمرہ اپنے امام کی پوری پیروی کریں۔ اور اس روایت پر عمل نہ کریں۔

لیجئے۔ ابن حجر رح نے جابر جعفی کو تقریب میں رافضی کہا ہے۔ شیخ سلام اللہ صاحب دہلوی نے محلی شرح موطا میں فرمایا۔ حدیث قراۃ الامام لہ قراۃ لیس بنص فی المنع۔ یعنے اس حدیث سے مقتدی کو۔ سورہ فاتحہ پڑھنا منع نہیں۔ چونکہ یہ حدیث الحمد کے منع پر آنحضرت نے نہیں فرمائی۔

اسی مضمون کی دوسری احادیث کا بھی یہی حال ہے یعنے سب کی سب ضعیف ہیں۔ جیسا کہ امام دار قطنی نے اپنی کتاب میں ان سب کو ضعیف بتایا ہے۔ مگر ہم ان کو یہاں بخوف طوالت قلم انداز کرتے ہیں آگے چلئے۔ یعنے مولوی شرف الدین صاحب کی دوسری حدیث وفی روایۃ لمسلم لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدًا کو لیجئے۔ اس کے متعلق مجھے زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مولوی ابو القاسم صاحب سلمہ نے اسپر کافی روشنی ڈالدی۔ کہ لفظ فصاعدًا قول معمر ہے۔ نہ قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس لائق حجت نہیں۔ یعنے دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب ہم معمر کے قول کو حذف کردیں۔ تو اس حدیث کا مطلب بھی وہی رہ جاتا ہے۔ جو پہلی حدیث عبادہ بن صامت کا ہے۔ یعنے اوس شخص کی نماز نہیں ہوتی۔ جو الحمد نہ پڑھے خواہ امام ہو۔ منفرد ہو یا مقتدی۔ اور سورہ کا پڑھنا مقتدی کے ذمہ سے ساقط ہو گیا۔ اور اس لئے آپ کا یہ قول بھی باطل ہو گیا۔ کہ "اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ امام اور منفرد اور مقتدی کو بھی امام کے پیچھے الحمد اور سورہ دونوں واجب ہے اور ابتدائے زمانہ میں صحابہ کرام بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورہ الحمد اور سورہ دونوں پڑھتے تھے"۔ اور یہ حدیث مالید کی حدیث (یعنے کنا خلف النبی الخ) کے معارض نہ ہوئی جس میں (ہمارے مقصد کے موافق) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے مقتدی کو الحمد کے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ گو آپ اسکو مالید کی حدیث (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من جہر فیہا الخ) سے منسوخ بتاتے ہیں۔ (جیسا کہ ہمارے حنفی بھائیوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مذہب حنفی کے موافق نہ پائی۔ جھٹ سے اوسکو منسوخ بدون ناسخ بیان کئے کہدیا) جس میں (آپ کے نزدیک) مقتدی کو الحمد پڑھنے کی ممانعت ہو گئی جہریہ اوقات میں۔ مگر مولانا! فانتھی الناس سے آخر حدیث تک کی عبارت حدیث میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ زہری کا قول ہے۔ لہذا آپ کو یا کسی اور کو حق نہیں ہے کہ اوسکو دلیل میں پیش کریں۔ کما لا یخفی علاوہ اس کے بھی عبارت آخری کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ "جس نماز میں جہر سے قرأت پڑھی جاتی ہے۔ اوس نماز میں مقتدیوں نے پڑھنا چھوڑ دیا"۔ دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ "جس وقت آپ جہر کرتے تھے۔ اوسوقت (مقتدی) پڑھنے سے باز رہتے۔ اور جب آپ وقف کرتے۔ تب مقتدی پڑھتے تھے۔ اور آپکی قرأت کی کیفیت کا بیان حدیثوں میں اسطرح آیا ہے کہ الحمد للہ رب العلمین کہکر ٹھہر جاتے۔ پھر الرحمن الرحیم کہکر ٹھہر جاتے۔ پھر مالک یوم الدین کہکر ٹھہر جاتے۔ اسی طرح آپ کی سب قرأت کا حال تھا۔ اور جس عبارت میں دو یا دو سے زیادہ احتمال ہوں وہ ایک مدعا کے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔

مقتدیوں نے آنحضرت کے پیچھے جہر سے قرأت کی تھی۔ تب آپنے فرمایا تھا۔ کہ تم نے میری قرأت میں خلجان ڈالدیا۔ اگر آہستہ پڑھتے۔ تو آپ منع نہ فرماتے۔ چنانچہ جزء القرأت مطبوعہ فاروقی صلا میں مرفوعًا روایت ہے۔ فلا تفعلوا الا ان یقرا احدکم بفاتحۃ الکتاب بنفسہ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں کو) فرمایا۔ کہ امام کی قرأت کے وقت قرأت مت کیا کرو مگر یہ کہ سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ کہو مولوی صاحب یہ کیسے لینے کے دینے پڑ گئے"۔ آپ ابھی فرما رہے تھے۔ کہ "اس حدیث سے مقتدی کو الحمد پڑھنے کی ممانعت ہو گئی جہریہ اوقات میں"۔ اور یہ کیا ہو گیا۔ کہ پھر بھی وہی مستحکم حکم حضور انور

AsliAhleSunnet.com

صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں بحال رہا۔ یعنے الحمد کا پڑھنا مقتدی کے ذمہ سے کسی حال میں ساقط نہیں۔ نہ اوقات جہریہ میں اور نہ اوقات سریہ میں۔ (جسکا خود الحمد للہ آپ کو بھی اعتراف ہے) مولانا! غور اور انصاف فرمانے کی جگہ ہے۔ کہ بھلا الحمد کا پڑھنا مقتدی کو امام کے پیچھے کس طرح اور کیونکر منع ہو سکتا ہے۔ جبکہ الحمد کا نام خود اللہ تبارک وتعالے نے صلواۃ (نماز) رکھا ہے چنانچہ مسلم باب القراۃ میں ابوہریرہ رض سے مروی ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالے قسمت الصلواۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العلمین قال اللہ تعالے حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالے اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سال فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ما سال رواہ مسلم۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو بندے کے اور اپنے درمیان آدھوں آدھ تقسیم کر دیا ہے یعنے کچھ کلمے اللہ کے واسطے تعریف کے ہیں۔ اور کچھ بندے کے واسطے حاجت کے اور مراد مانگنے کے ہیں۔ جب بندہ کہتا ہے۔ الحمد للہ رب العلمین اللہ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب کہتا ہے الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین۔ اللہ تعالے فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اللہ تعالے فرماتا ہے۔ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان میں ہے۔ یعنے تعریف بھی ہے اور مناجات بھی ہے اور میں اپنے بندے کے سوال کو پورا کروں گا۔ جب اھدنا الصراط المستقیم سے آخر تک کہتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ یہ میرے بندے کے واسطے ہے۔ یعنے صرف مناجات ہے اور میں اپنے بندہ کا سوال پورا کروں گا۔ اور یہ تو سب کا اتفاقی مسئلہ ہے۔ کہ قرأت بھی اوسی طرح فرض عین ہے۔ جس طرح رکوع سجدہ وغیرہ فرض عین ہیں۔ پس جس طرح امام کا رکوع اور سجدہ وغیرہ مقتدی کو کفایت نہیں کرتا۔ اوسی طرح امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی نہیں ہو سکتی گویا پھر پھر کے وہی بات رہی۔ کہ امام کے پیچھے مقتدی الحمد پڑھے۔ اب رہی مولوی شرف الدین صاحب کی آخری پیش کردہ حدیث (یعنے انما جعل الامام لیوتم الخ) اس کی نسبت یہ عرض ہے۔ کہ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کر کے کہدیا ہے کہ "اذا قرء فانصتوا" نہیں۔ ابو خالد کی خطا ہے اور کہا بیہقی نے کتاب المعرفہ میں اجمع الحفاظ علی خطاء ھذا اللفظ ومثلہ (اجماع ہے محدثین کا اس لفظ کے خطا پر اور جو الفاظ اس کے مماثل ہیں) یعنے جس سے قراۃ مقتدی ناجائز معلوم ہوتی ہے۔ وہ بھی سب محدثین کے نزدیک بے اعتبار ہیں۔ ایسا ہی دارقطنی۔ یحیی بن معین۔ ابو حاتم رازی۔ حافظ ابو علی نیشاپوری حاکم عبداللہ۔ ذہبی۔ حمیدی۔ بخاری رحمہم اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہے۔ اور اگر ہم اس جملہ (واذا قرء فانصتوا) کو صحیح مان بھی لیں۔ تو آہستہ پڑھنا انصات کے خلاف نہیں۔ لیکن ہمارے حنفی بھائی ہم پر یہ اعتراض کریں گے۔ کہ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص پڑھتا بھی ہو اور ساکت بھی ہو۔ مگر اسکا جواب ہم نہیں۔ بلکہ حضور پرنور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائے دیتے ہیں۔ لیجئے ذرا غور سے سنئے۔ بخاری۔ باب القرء بعد التکبیر میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ بابی انت وامی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسکاتک بین التکبیر والقراۃ ما تقول فیہ قال اقول اللھم باعد بینی وبین خطایای الخ یعنے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ تکبیر اور قرأت کے درمیان جو آپ چپکے رہتے ہیں۔ اوسوقت آپ کیا پڑھتے ہیں۔ فرمایا اوسوقت یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اللھم باعد بینی الخ

مولانا! ملاحظہ فرمایا۔ کہ سکوت کا لفظ چپ کا بھی ہے اور پڑھنے کا بھی۔ اور مجمع البحار (جو حدیث کا لغت ہے) میں ترک جہر یعنے آہستہ پڑھنے کو سکوت کے معنے میں لکھا ہے۔ واضح باد کہ ہمارے حنفی بھائی آیت واذا قرئ القرآن فانصتوا مقتدی کو الحمد کے پڑھنے کے مخالفت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ بھی اب باقی نہ رہا۔ کیونکہ جب انصات کے معنے آہستہ پڑھنے کے ہوئے تو حدیث عبادہ بن صامت جس میں مقتدی کو الحمد کے پڑھنے کا حکم محکم ہے۔ کے معارض نہیں۔ بلکہ مطابق ہوئی۔ گو حنفیہ کو اس آیت کا پیش کرنا سرے سے بچند وجوہ درست نہیں۔ اولاً اس آیت کے شان نزول میں کسی صحابی رض تابعی تبع تابعی مفسر محدث امام وغیرہ نے یہ نہیں کہا۔ کہ یہ آیت مقتدی کو الحمد کے پڑھنے سے مخالفت کے لئے آئی ہے ملاحظہ ہو تفسیر رحمانی۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کشاف۔ انوار التنزیل کمالین حاشیہ جلالین۔ تفسیر کبیر۔ ابن جریر۔ اقوال ابوہریرہ رض۔ کلبی۔ سعید بن جبیر۔ عطا۔ مجاہد جن میں سے بعض کا یہ بیان ہے۔ کہ لوگ نماز کی حالت میں اپنی اپنی ضرورتیں ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالے نے اس آیت کریمہ سے ان کو سکوت کا حکم فرمایا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ یہ آیت خطبہ سننے کی تاکید میں آئی ہے پس جب یہ حال ہے۔ تو ہمارے حنفی بھائیوں کا اسے الحمد کی مخالفت میں پیش کرنا ٹھیک نہ ہوا بلکہ انہوں نے گویا قرآن مجید کی تفسیر رائے سے کی اور قرآن مجید کی تفسیر رائے سے کرنے کے متعلق

AsliAhleSunnet.com

حضور سرور کائنات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوا مقعدہ من النار یعنے جس شخص نے قرآن مجید کی تفسیر رائے سے کی تو اسکو چاہیئے۔ کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے اللھم احفظنا من عذاب جہنم (آمین) لہذا بھائیو! اسکو یعنے آیت کریمہ زیربحث کو کبھی مقتدی کو الحمد کے پڑھنے سے ممانعت میں پیش نہ کرنا۔ ثانیاً۔ اگر ہم خلاف اجماع یہاں بھی لیں کہ یہ آیت مقتدی کو الحمد پڑھنے سے منع کرتی ہے تو بھی کچھ قباحت نہیں۔ اسواسطے کہ جب یہ قاعدہ مقرر ہوچکا ہے۔ کہ یجوز تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد (قرآن مجید کے عام حکم کو حدیث احاد سے خاص کر لینا جائز ہے) تو اس جگہ آیت زیربحث اذا قرئ القرآن عام ہے۔ شامل ہے سورہ فاتحہ وغیر سورہ فاتحہ کو اور حدیث قرأۃ فاتحہ مقتدی کی خاص ہے اور ہر عام محتمل تخصیص کا ہے۔ تو ضرور ہوا۔ کہ سورہ فاتحہ کو اس عموم سے نکالا جاوے۔ ماسوے فاتحہ کو ممانعت میں داخل کیا جاوے اگر کہو ہم ایسا نہ کرینگے۔ یعنے عام آیت کو خاص نہ کرینگے کیونکہ ہمارے مذہب میں ایسا کرنا نسخ گنا جاتا ہے تو ہماری بن پڑیگی۔ ہم کہیں گے۔ پھر کیوں اذا قرئ القرآن عام آیت کو قرأۃ الامام لہ قرأۃ سے منع قرأۃ مقتدی پر خاص کرتے ہو۔ اگر کہو شان نزول نے تخصیص کی ہے۔ تو ہم کہینگے کہ اول تو عام عام نہ رہا۔ دوسرے ہم بھی کہیں گے کہ جیسے تمہاری شان نزول نے تخصیص کی سو ایسے ہمارے ہاں فاقرؤا ما تیسر من القرآن نے قرأت مقتدی کو خاص کیا۔ لہذا یہ اعتراض تم پر الٹے پڑیں گے بس ضرور ہوا۔ کہ حدیث لاصلوٰۃ الخ سے قرأت فاتحہ حکم ممانعت اذا قرئ القرآن الخ اور حدیث قرأۃ الامام لہ قرأۃ سے مخصوص و مستثنےٰ کر لینا چاہیئے۔ جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں بسط کے ساتھ تقریر کی ہے۔ سورہ فاتحہ کو اس ممانعت سے نکالنا ہے۔ یہ صورت استثنا

عمدہ ہے۔ ایسی بہت حدیثیں ہیں جن میں ایک چیز حکم میں داخل ہے پھر اوسی چیز کو دوسری حدیث میں اوس حکم سے نکالدیا ہے مثلاً جعلت فی الارض مسجداً وطھوراً۔ ایک حدیث ہے اور دوسری حدیث میں ہے۔ الا المقبرۃ والحمام یہاں غور کرو کہ جسطرح ارض عام سے مقبرہ وحمام کو خاص کر لیا۔ اسی طرح حدیث قرأۃ الامام اور آیت اذا قرئ القرآن حدیث لاصلوٰۃ الخ کو خاص کرلو۔ یعنے قرأت فاتحہ کو مقتدی کے لئے درست رکھو۔ ثالثاً۔ آیت کریمہ میں یہ قید نہیں ہے کہ یہ قرأت قرآن اور یہ استماع اور یہ انصات نماز میں ہو۔ یا خارج نماز سے اور قاری امام ہو یا غیر امام۔ اور مستمع مقتدی ہو یا غیر مقتدی اور یہ قرأۃ جہر سے ہو یا سر سے پھر کیا یہ ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص خارج نماز سے سراً قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور دیگر اشخاص قریب اس کے بیٹھے ہیں یا تو قریب والوں کو لازم ہے۔ استماع اور انصات قرآن کے لئے جسکو ایک شخص سراً پڑھ رہا ہے کیونکہ آیت میں قید نماز و جہر و امام و مقتدی کی نہیں۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص خارج نماز سے سراً قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور دوسرا شخص اوس کے قریب منفرداً نماز پڑھتا ہے اسپر استماع اور انصات واجب ہو اور کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک شخص خارج نماز سے سراً قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور اس کے قریب ایک باجماعت نماز ہو رہی ہے۔ تو اس ساری جماعت پر یعنے امام و مقتدی پر استماع و انصات واجب ہو حالانکہ یہ حکم بالاتفاق باطل ہے

اب یہاں ہم خود قول امام ابوحنیفہ اور حنفی مذہب کے بہت بڑے حامی علامہ عینی اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد صاحب وغیرہ کے اقوال نسبت قرأت خلف الامام درج کرتے ہیں تاکہ ناظریان کرام پر روشن ہوجائے۔ کہ آجکل کے حنفی اور صورت رکھتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے نہ معلوم کس کی پیروی اختیار کی ہے۔ کیونکہ اگر

امام ابوحنیفہ کے سچے مقلد ہوتے۔ تو ان کے ارشاد کی تعمیل کرتے وھو ھذا

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے ؏۱

نقل عدم کراھتھا عن ابی حنیفۃ وابی حفص ومحمد

مکروہ نہیں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہ ابوحفص نہ امام محمد کے نزدیک

؏۲ قال العینی الحنفی فی شرح صحیح البخاری بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوٰۃ وبعضھم فی السریۃ فقط وعلیہ فقھاء الحجاز والشام

عینی حنفی نے شرح صحیح بخاری میں کہا۔ کہ بعض ہمارے مذہب والے سورہ فاتحہ امام کے پیچھے سب نمازوں میں اچھا جانتے ہیں۔ اور بعض حنفی فقط سری ہی میں اچھا جانتے ہیں احتیاطاً اور یہ مذہب فقہاء حجاز اور شام والوں کا ہے

؏۳ امام شعرانی نے میزان میں کہا۔ کہ امام ابوحنیفہ صاحب کے اور امام محمد کی قرأۃ الحمد خلف الامام میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ قرأت فاتحہ مقتدی کو نہ سنت ہے نہ واجب اور امام محمد صاحب نے اپنی اگلی تصانیف میں اسی کو بیان کیا ہے۔ اور پچھلا قول دونوں کا یہ ہے۔ کہ مقتدی فاتحہ احتیاطاً پڑھ لیا کرے۔ حدیث مرفوع جب ملگئی ہے۔ تو مکروہ تک نہیں۔ کہا وہ حدیث یہ ہے۔ کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھا کرو۔ اور ایک روایت میں آپنے فرمایا۔ کہ جب میں پکار کر پڑھوں تب تم سورہ فاتحہ ہی پڑھا کرو۔

؏۴ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی امام الکلام میں فرماتے ہیں۔ یقرء عند سکوت الامام عملاً بحدیث لاصلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب وبالانصات

جہری نماز میں جب دو آیتوں کے بیچ میں وقفہ کرے تب مقتدی پڑھے۔ تاکہ حدیث لاصلوٰۃ الخ اور انصتوا پر بھی عمل ہوجاوے

AsliAhleSunnet.com

۵ ملاجیون صاحب حنفی تفسیر احمدیہ میں فرماتے ہیں۔ ان الطائفۃ الصوفیہ والمشائخ الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للموتم بیشک۔ گروہ صوفیوں کا اور بڑے بڑے علماء حنفیہ کا مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو اچھا جانتے ہیں۔

۶ استاذالھند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں۔ ولیقرء بحیث لایشوش علی الامام وھذا اولی الاقوال عندی وبہ تجمع الاحادیث۔ سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے اس ڈھنگ سے پڑھے جس سے امام کو تشویش نہ ہو۔ ایسا پڑھنا میرے نزدیک اچھا ہے۔ اور سب قولوں سے اولےٰ معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی میں سب حدیثیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اب کہاں تک ہم لکھتے چلے جائیں۔ منصف مزاج کے لیے اتنا کافی ہے۔ کہ الحمد مقتدی کو ضرور پڑھنی چاہیے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی ہے

گرچہ بسیار بگفتیم دریں باب سخن
اندکے بیش نگفتیم ہنوز از بسیار

(الراقم العاجز محمد عبد الحمید انادوی)

اقتباس الاحسان

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

معلوم کرو کہ شارع نے بندوں کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے مکلف کیا ہے۔ وہ اعمال ہیں۔ اس لئے کہ اعمال اون حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ جن کا نفع نقصان آخرت میں اس کی جانب عاید ہوتا ہے۔ اور یہ اعمال اون کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہیں اور اون کیفیات نفسانیہ کا بیان اور ان کے لئے صور ہوتے ہیں۔ ان اعمال سے دو طرح پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ تمام لوگوں پر ان کا عمل میں لانا لازم ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے ان اعمال اور ظاہری طریقوں کا اختیار کرنا مقصود ہوتا ہے جن کا ظاہر و باطن متمیز نہیں ہوتا۔ اور ان کیفیات پر یہ اعمال بمنزلہ قرائن کے ہوتے ہیں۔ اور ان اعمال کا لوگوں سے سب کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور ان کو اس اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقع نہیں ہوتا۔ انہی اعمال کی بنا درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے اور دوسری قسم ان اعمال سے لوگوں کے نفس مہذب کرتا ہے۔ اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے۔ اس تک نفس کا پہنچانا اس اعتبار سے ان کیفیات کا معلوم کرنا اور ان اعمال کا اس طرح پر معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کی طرف پہنچانے میں مقصود ہوتا ہے۔ اور ان کا وجدان اور کے اختیار میں دینے پر ہوتا ہے پہلے اعتبار سے جس علم میں ان اعمال سے بحث کی جاتی ہے وہ علم اور جس علم میں دوسرے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ علم علم الاحسان ہے۔

مباحث احسان میں نظر کرنے والے کو دو چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک تو اعمال کو اس طرح پر معلوم کرنا جس طرح کیفیات نفسانیہ ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ریا اور سمعہ یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے۔ یا اوس کے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی پائی جاتی ہے۔ ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ جو اوس عمل سے منظور ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات کوئی عمل اسطرح پر ادا کیا جاتا ہے۔ کہ نفس کو اوس عمل کی کنہ پر وہ تنبیہ حاصل نہیں ہوتا۔ جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے اگرچہ بعض نفس اس کے مثل پر متنبہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے۔ اور کماً یا کیفاً ان پر زیادہ نہیں کرتا۔ وہ شخص ذکی نہیں ہے۔ اور دوسرے ان ہیئات نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے ساتھ ان عمل کو لا سکے۔ وہ شخص اپنے نفس کا طبیب ہوتا ہے۔ جسطرح طبیب کو طب کی حکومت ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ ذات سے کیا مقصود ہے۔ تو وہ شخص جب ان حالات کو پڑھتا ہے۔ تو اپنے میں اوسی کی طرح بدحواس ہو جاتا ہے۔ یا اس کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے۔ جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا ہے جس اطلاق سے اس فن میں گفتگو کی جاتی ہے اون کے چار اصول ہیں

ایک تو طہارت جس کے سبب تنبیہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے۔ اور ایک فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے۔ پہلی امر کے لئے وضو اور غسل اور دوسرے کے لئے نماز اور اذکار اور تلاوت مقرر کی گئی۔ اور جب دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو ہم اوس کو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ وہ یعنے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے خدا تعالےٰ کے مقرب ہیں۔ اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ الطہارت شطر الایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے۔ ان اللہ نظیف یحب النظافۃ۔ خدا تعالےٰ پاک ہے اور پاکی پسند کرتا ہے۔ اور دوسرے کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

احسان اس کا نام ہے۔ کہ تو اللہ کی بندگی کرے گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے۔ پس اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے۔ تو وہ تجھکو دیکھتا ہے۔

علوم حدیث میں زیادہ دقیق فن اسرار دین ہے

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میری دانست میں تمام علوم حدیث میں زیادہ دقیق فن جس کی جڑ نہایت

AsliAhleSunnet.com

عمیق ہے۔ اور اس کا معیار نہایت بلند ہے۔ اور میری نظر میں جو تمام علوم شرعیہ سے زیادہ بلند مرتبہ اور عالی قدر ہے۔ وہ اسرار دین کا علم ہے۔ جس میں تمام احکام دین کی حکمت اور اور ایک ایک عمل کے راز اور نکات بیان کئے ہیں یا اللہ وہ تمام علموں میں سے سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے۔ کہ جس سے بن پڑے اپنے نفیس وقتوں کو اس میں صرف کیا کرے۔ اور مفروضہ طاعتوں کے بعد معاد کے لئے اس کو ذخیرہ کرے اس لئے کہ شریعت کے احکام میں اس کے ذریعہ سے بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فن کے عالم کو اخبار شریعت سے وہی تعلق ہوا کرتا ہے۔ جو عروض کے عالم کو اشعار کے دیوانوں سے اور منطقی کو علماء کے دلایل سے اور نحوی کو فصحاء عرب کے کلام سے اور اصول فقہ کے عالم کو فقہا کی تعریفات سے ہوتا ہے۔ اسی علم کے ذریعہ سے اسی حیرانی سے حفاظت رہتی ہے۔ جو کسی شخص کو رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے میں پیش آتی ہے۔ (کہ خشک و تر میں وہ امتیاز نہیں کر سکتا) یا پانی کے رو میں غوطہ لگانے والے کو اور وہ اوس سے امن میں رہتا ہے کہ اوس دشمن کی طرح پاؤں مارے جس کو اپنے سامنے کی کوئی چیز نظر نہ آتی ہو۔ یا کسی نابینا اونٹنی پر سوار ہونے سے شخص کی حالت اس آدمی کی سی نہیں ہو سکتی۔ جس نے کسی طبیب کو کھانے کے لئے سیب بتاتے ہوئے سنا ہو۔ اور ہم شکل ہونے کی وجہ سے کا قیاس کر لیا ہو۔

اس علم کی وجہ سے آدمی اپنے پروردگار کی جانب سے ایک دلیل پر اوسی شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ کہ جس کو کسی معتبر آدمی نے یہ بتا دیا ہو۔ کہ زہر مار ڈالا کرتا ہے۔ اور اس نے اس کے فرمانے کی تصدیق کی ہو۔ اور پھر قرائن سے معلوم کیا ہو کہ واقعی زہر کی حرارت اور خشکی پرلے درجے کی ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں کیفیتیں انسانی مزاج کے بالکل خلاف ہیں۔ تو جس بات پر اس نے پہلے یقین کر لیا تھا۔ اب اس پر ایک درجہ یقین اور زیادہ ہو گیا

اگرچہ احادیث نبوی نے اسرار دین کے اصول و فروع کو ثابت کر دیا ہے۔ اور آثار صحابہ و تابعین نے اس کے اجمال و تفصیل کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اور اون مصلحتوں کے دریافت کرنے میں جو شریعت کے ہر ہر باب میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ مجتہدین کا غور نظر بھی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ اور انکی پیروی کرنے والوں نے بھی بڑے بڑے نکتے ظاہر کئے ہیں۔ اور اون کے گروہوں میں دقیق نظر علماء نے بڑے عمدہ مضامین پیدا کئے ہیں اور یہ کہنا کہ سلف نے اسکو مدون نہیں کیا ہے۔ ہمکو سلف کے مدون کرنے کی کیا پرواہ ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے اصول کو قایم کر دیا ہے۔ اور اوس کے فروع کو مرتب فرما دیا ہے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زیدؓ حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عائشہؓ وغیرہ جیسے فقہاء صحابہ نے اوس میں گفتگوئیں کی ہیں اور اوس کے وجوہ کو روشن بیانی سے ظاہر کر دیا ہے۔ اور اُن کے بعد علمائے دین اور برادران طریقہ یقین ان ضروری امور کو جنکو خدائے تعالے نے اون کے دلوں میں ذخیرہ کیا تھا۔ ظاہر کرتے رہتے ہیں جب اون کو کسی ایسے شخص سے مناظرہ کی ضرورت آ پڑتی تھی جو شک اور شبہ سے فتنہ پردازی کرنا چاہتا تھا۔ تو وہ مستعدانہ بحث کی شمشیر کو میان سے نکال لیتے تھے۔ اپنے ارادوں کو مصمم کر کے جرأت اور دلیری سے بدعتیوں کے لشکر کو ہزیمت دیتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم جامع علوم تھے۔ اون کے بعد تابعین نے یہ ارث پایا۔ پھر ہمتیں گھٹ گئیں۔ عزیمتیں پست ہو گئیں۔ امنگ جاتی رہی۔ اہل علم کم ہو گئے۔ جو بوجھ علوم کا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے اوٹھایا۔ وہ اون سے اٹھ نہ سکا۔ علم کو نوع نوع کر ڈالا۔ اور ہر علم کا نام جدا رکھا گیا۔ علم لغت۔ علم اصول دین۔ علم اصول مع علم تاریخ علم تعبیر رؤیا علم تاریخ۔ علم فرایض علم مواقیت وغیرہ وغیرہ اصحاب حقیقت نے اپنی کتابیں علیحدہ دو شاہیں۔ اون پر جو الفاظ و معانی

کتاب کے کھلے۔ انہوں نے اوسکو اعلام ٹھہرا کر اصطلاحات فنا و بقا و حضور و خوف و ہیبت و انس و وحشت و قبض و بسط وغیرہا کو قایم کیا۔ (مولانا صدیق حسن) شاہ صاحب فرماتے ہیں

وكل فن هذه لم يتغير وبالله دين ولم يرتب اصوله وفروعه الا بعد قرون كثيرة وقد وستطا عنت الحاجة اليه یعنے فنون بالا میں سے ہر فن کی تدوین ان کے اصول و فروع کی ترتیب مدت دراز کے بعد ہوئی۔ جب اوس کی ضرورت کا وقت آیا متقدمین کو اس فن کی اس لئے ضرورت نہ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے اون کے عقیدے بالکل صاف تھے۔ آپ کے زمانہ سے وہ بہت قریب تھے اون میں اختلافات کم تھے۔ ان کے دل مطمئن تھے۔ ان امور کی تفتیش کی انکو کچھ ضرورت نہ تھی۔ جو آنحضرت سے ثابت ہو چکے تھے منقول کو معقول سے مطابق کرنے کا انکو کچھ خیال نہ تھا ثقات سے اکثر مسئلوں کا دریافت کر لینا ممکن تھا۔

آیت اللہ الکاملہ ترجمہ حجت اللہ البالغہ
خاکسار ابو سلیم عبدالرحیم از ناگپور

ضمانت فنڈ بقیہ صفحہ ۶ کالم اول

مولوی محمد حسین صاحب رضا نہوز رسنگیر ۵عہ معرفت میاں محمد علی بیر چھ ۳عہ معرفت عنایت اللہ دہبشتی سیٹھ عبدالغنی صاحب از ادہولی ۸عہ محمد عثمان خان کیری ۳عہ معرفت مستری کرم الدین برہان للعہ مولوی امداد حسین بشیر از کنتور ۳عہ معرفت عبد اللہ حاجی دربھنگہ ۵عہ محمد عباس علی از اندھوا مرشد آباد ۲عہ معرفت مولوی عبدالوہاب کانپور ۲عہ منشی عبداللطیف گھوگھا ال امراوتی ۲عہ منشی عبدالعزیز نائب تحصیلدار کاکول ۵عہ مولوی محمد سمیل دہلوی مرشد آباد للعہ معرفت عبدالعزیز ٹیکیدار سرنگیہ کشمیر ۵عہ مولوی عبدالمنان چیلا ہاٹ رنگپور ۲عہ محمد عبدالغفور جلپائی گوڑی ۵عہ منشی عظیم الدین سیہوڑہ سے ۵عہ منشی محمد یسین ڈاکو ۲عہ

حکیم بشیر احمد اٹاوہ ۵عہ منشی محمد شفیع نقشہ نویس لشکر ۲عہ

AsliAhleSunnet.com

عبدالواحد از سندی کیہری عہ ۔ حافظ عبدالقادر از سوانجہ الہ آباد عہ ۔ حکیم عبدالحفیظ از اچھا ورہ عہ ۔ معرفت ڈاکٹر اشرف خان علیگڈھ عہ ۔ محمد ابراہیم نقیبہ والے از قصبہ کو ملا علاقہ بمبئی عہ ۔ معرفت مولوی مولا بخش خان از اصحاب آسن سول عہ ۔ مولوی عبدالرحمن ولا لپور عہ ۔ میاں حسن جان سوداگر جالپور عہ ۔ بابو نور محمد ڈرائیور نتی ہاٹی عہ ۔ از خوجگان امرتسر عہ ۔ منشی الٰہی بخش چاند پور بجنور للعہ ۔ حافظ عبدالحفیظ از گوڑہ ضلع ورنگ عہ ۔ محمد یوسف از کلکتہ عہ ۔ معرفت مستری عمرالدین نورالدین کوٹلی لوہاراں للعہ ۔ معرفت مولانا عبداحد گیلانی للعہ ۔ مولوی مراد علی سوہدرہ سے ۔ معرفت حکیم نذیر احمد اٹاوہ سے ۔ منشی محمد ابراہیم از ریاست کوٹہ سے ۔ مرزا عبدالرزاق بیگ حیدرآباد دکن عہ ۔ منشی جان محمد از وکھنیاد ضلع ملتان بھوم عہ ۔ مستری فتح الدین از کھرک پور عہ ۔ میاں نور محمد خیاط امرتسر عہ ۔ ابراہیم لدیم کمپنی بمبئی عہ

میزان ماسلف ۱۷۴۳

کل میزان الف (ایکہزار سات سو تینتالیس روپے دو آنے)

(میزان ہذا ۔ ۱۰ جنوری روز شنبہ تک ہے)

کتاب شہباز شریعت (پنجابی نظم) یک نسخہ مصنفہ مولوی نور محمد مرحوم مرسلہ منشی محمد عالم از بمبئی قیمت عہ

کتاب علاج آریہ سماج ۱۶ نسخے فی نسخہ ار مرسلہ مولوی محمود گرامی از میرٹھ

کتاب حل کلیات غالب یک نسخہ قیمت عہ از استاد شوکت میرٹھی

کوئی صاحب ان تمام کتابوں کو یا اس میں سے جسکو چاہیں خریدیں۔ تو علاوہ کتاب کے وہی قیمت چندہ میں شامل ہونے سے ثواب بھی ہے

تفسیر ثنائی اردو ۔ پوری کیفیت اس تفسیر کی دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں قبولیت کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ نہایت دلپذیر طرز سے لکھی گئی ہے۔ جلد اول عہ ۔ جلد دوم عہ ۔ جلد سوم عہ ۔ جلد چہارم عہ ۔ جلد پنجم عہ ۔ جلد ششم عہ ۔ (واقف الوفا)

پرمیشور اور سوامی جی میں اختلاف

مصیبت میں پڑا ہے سینے والا جیب و دامان کا
جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا جو یہ ادھڑا تو وہ ٹانکا

ناظرین ۔ السلام علیکم ۔ مزاج شریف ۔ خاکسار آج آپ صاحبان کو پرمیشور اور سوامی جی کے مختلف اقوال دکھاتا ہے۔ امید کہ جسطرح خاکسار نے لطف اٹھایا ہے۔ آپ بھی پڑھکر مسرور ہونگے۔ سوامی جی لکھتے ہیں

اگر گناہوں کو خدا بخشتا ہے۔ تو سمجھو کہ تمام دنیا کو گنہگار بناتا ہے۔ اور بیرحم ہے۔ کیونکہ ایک گنہگار پر رحم اور بخشش کی جاتی ہے۔ تو وہ زیادہ گناہ کریگا۔ اور بہت شریف لوگوں کو تکلیف پہنچاویگا۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۲ اور دیکھئے۔

اگر وہ (پرمیشور) پاپ معاف کرے۔ تو اس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان سخت پاپی ہو جاویں کیونکہ درگذر کے سنتے ہی ان کو پاپ کرنے میں بے خوفی اور حوصلہ پیدا ہو جائے۔ مثلاً اگر راجہ گناہ معاف کر دیا کرے۔ تو لوگ حوصلہ پاکر اور بھی بڑے بڑے پاپ کریں۔ کیونکہ راجہ گناہ بخشدیا کریگا۔ اور اونکو بھی بھروسہ ہو جایا کریگا۔ کہ ہم راجہ سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کے اپنے قصور معاف کرالیا کریں گے جو لوگ قصور نہیں کرتے۔ وہ بھی تقصیروں سے نہ ڈر کر پاپ کرنے میں راغب ہو جاوینگے۔ اس لئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے۔ نہ کہ معاف کرنا ستیارتھ پرکاش سمولاس ساتواں صفحہ ۲۵

خاکسار ۔ اب آپنے ملاحظہ فرماکر معلوم کر لیا ہوگا۔ کہ سوامی جی گناہ کے بخشنے کو بیرحمی جانتے تھے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کہ سوامی جی کا یہ دعوٰے صحیح ہے یا غلط۔ بلکہ اسوقت یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ سوامی جی نے جو گناہ کے بخشنے کو بیرحمی لکھا ہے آیا وہ وید سے بھی ثابت ہے یا نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"اے انسانو! میں بخشنے والا ہوں"۔ رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۰۴ منتر ۵ ۔ اور سنئے اس سے واضح تر۔

"اے پانی کی طرح صاف دو دوانو! جسطرح درخت سے پھل پتے الگ ہو جاتے ہیں۔ یا جسطرح پسینہ سے لت پت پانی سے نہا کر میل سے رہائی پاتا ہے۔ یا جس طرح پوتر کرنیوالے پدارتھوں سے گھی پوتر ہوتا ہے اسی طرح سے آپ مجھے گناہوں سے پاک کیجئے"

یجروید ادھیاۓ ۲۰ منتر ۲۰

خاکسار اب رگوید اور یجروید کے دونوں منتروں سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ پرمیشور بھی گناہ معاف کر دیتا ہے یعنے دور کر دیتا ہے۔ جملہ آریہ صاحبان سے بکمال ادب گذارش ہے کہ آیا سوامی جی کے قول کو درست مانا جاوے۔ یا پرمیشور کے قول کو۔ مسافر تو شاید سوامی جی کے قول کو سچ مانے گا۔

ناظرین۔ دیکھئے۔ سوامی جی اور پرمیشور کے قول میں کسقدر اختلاف ہے۔ اب مباحثہ مسافر بتا دیں۔ کہ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے ؟ ؎

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

خاکسار حافظ محمد بخش الدین طالب علم اسلامیہ نگینہ

ایشور اور سوامی دیانند

سوامی جی کہتے ہیں:-

ایشور کسی کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے۔ تو اوسکا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان پاپی ہو جاویں ستیارتھ صفحہ ۲۴۹

جیووں کو پاپ پنوں کا نتیجہ دینا وغیرہ دہرم کے کام پرمیشور کے کام ہیں۔ ستیارتھ صفحہ ۲۵۱

خاکسار ۔ مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ ایشور کسی کے پاپ و گناہ معاف نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس میں رحم نہیں ہے۔ اور سنئے۔

"جو رحم نہیں رکھتا۔ وہ ہرگز خدا ہی نہیں ہو سکتا" ستیارتھ صفحہ ۱۷۱

خاکسار ۔ ستیارتھ پرکاش کی ہر دو عبارتوں کو ملانے سے کیا نتیجہ نکلا ؟ یہی کہ سوامی دیانند کے قول میں غضب کا اختلاف ہے۔ کیا کوئی ہے آریہ مباحثہ جو ان دونوں عبارتوں کا مطلب سمجھائے۔ دیدہ باید

محمد داؤد از سنبھل

AsliAhleSunnet.com

مسلمانوں کی ترقی و تنزل

چونکہ آجکل اکثر لوگوں کا یہ خیال ہو کہ قوم مسلمان جگہ ترقی چلی جاتی ہے وہ آخر کار گرتے گرتے فنا ہو جائیگی جیسا کہ اگلی قوموں سے جب حکومت اور بادشاہت جاتی رہی اور وہ محکوم ہوگئے - آخر گرتے گرتے فنا ہوگئے - جیسے قوم روما - قوم قبط مصر - قوم فارسی قوم ہنود قدیم و جدید - چنانچہ اکثر اخباروں میں اسکا چرچہ ہوتا رہتا ہے - اور اکثر مسلمانوں کو جنکے دلوں میں ہمدردی اسلامی ہے - اسکا سخت صدمہ اور افسوس انکے دلوں پر ہو رہا ہے -

لہذا اس اپنے خیال - کو جو مجکو قرآن مجید و حدیث شریف کے معائنہ اور اس میں تدبر و تفکر کرنے سے حاصل ہوا ہے - وہ درج ذیل کرتا ہوں -

مسلمانو! غور سے سنو! حافظ کو کہ ع

نیست شامے کہ صبح در پے اوست

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا - تولج الیل فی النہار و تولج النہار فی الیل - تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی - ہر عسر کے بعد آسانی ہے - اور ہر رات کی بعد دن ہے - یہی قاعدہ ربانی ہے و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا و لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا مسلمانو! مایوس نہ ہونا چاہیئے ع

ولا مثال زشامے کہ صبح در پے اوست

قرآن الٰہی ہو ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ - مسلمانو! ابھی اظہار علی الدین کلہ نہیں ہوا ہے - یہ وعدہ بھی پورا ہو کر رہیگا - ومن اصدق من اللہ قیلا - اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں اظہار علی الدین کلہ کی جو پیش گوئی کی ہے اس کیطرف دوسری آیتوں میں اشارہ فرمایا ہے - غور سے مطالعہ کرو -

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جنگ خندق میں جب تکلیف سخت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں انکی تشفی و تسکین کے لئے جو آیت اُتاری وہ یہ ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم (الی) و لبئس المصیر (سورہ نور - رکوع ۷) مسلمانو! اس آیت شریف میں لفظ کما استخلف الذین من قبلہم قابل غور ہے خصوصاً لفظ کما اور اس آیت میں کون سی قوم مراد ہے یہ تو ناظر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل کسی پیغمبر اور اُس کی امت کو نبوت اور بادشاہت جمع کر کے نہیں دیگئی بجز بنی اسرائیل کے - اب بنی اسرائیل کے حال کو لاحظ کرنا چاہیئے کہ اسکے ساتھ برتاؤ خداوندی کیا ہوا وہی برتاؤ اس امت مرحومہ کے ساتھ بھی ہوگا - جس پر لفظ کما دلالت کرتا ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ بھی اس کی مؤید ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ اچھا اور برا واقعہ پیش آیا وہ سب اس امت مرحومہ کے ساتھ بھی پیش آویگا - طابق النعل بالنعل اور بعض میں لفظ حذو النعل بالنعل اور بعض میں شبرا بشبر ہے - لیکن مقصود سب کا ایک ہی اللہ تعالی سورہ بنی اسرائیل کے اول رکوع میں فرماتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا فاذا جاء وعد اولٰہما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار و کان وعدا مفعولا - ثم رددنا لکم الکرۃ علیہم وامددنا کم باموال و بنین وجعلنکم اکثر نفیرا آخر رکوع تک -

اس آیت شریفہ کا حاصل مطلب یہ ہے - کہ بنی اسرائیل کو دو مرتبہ عروج ہوگا - اور تنزل - دو مرتبہ - اور پہلے عروج سے دوسرا عروج بہت زیادہ ہوگا - کیونکہ اکثر نفیرا فرمایا - پس اس کی تفصیل یوں ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے قلزم سے پار ہوگئے تب اللہ تعالی نے اُن سے وعدہ فتح و نصرت کا کیا - لیکن اُن کی شامت اعمال کیوجہ سے اور نافرمانیوں کے باعث چالیس برسوں تک زمین میں پریشان رہے - لیکن آخر میں اللہ تعالے نے اُن کی توبہ قبول کی - اور حضرت موسی علیہ السلام کو کچھ فتوحات حاصل ہوئی - لیکن اُن کی عمر تمام ہوچکی تھی وہ وعدہ حضرت یوشع علیہ السلام کے ذریعہ پورا کرایا گیا اور تمام ملک شام اور مصر فتح ہوا - اسکے بعد حضرت کالب پیغمبر خلیفہ ہوئے اور چند روز خلافت راشدہ رہی - اس کے بعد ملوک پیدا ہوئے اور ایک ہزار برس تک حکومت بنی اسرائیل اُس ملک پر قائم رہی - آخر کار اُنکی شرارت اور طغیانی کے سبب اللہ تعالے نے یونانی بت پرستوں کو جنکا سپہ سالار جالوت تھا اُن پر مسلط کر دیا - جنہوں نے بنی اسرائیل کو خوب زیر و زبر کیا - لاکھوں کو قتل اور لاکھوں کو جلا وطن کیا - تب اس وقت بنی اسرائیل کو ہوش ہوا - اور اُس زمانہ کے نبی کے پاس جنکا نام شمویل تھا گئے اور درخواست کی ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ -

قصہ مختصر اُن کی دعا مقبول ہوئی - اور اللہ تعالی نے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا - اُس نے کچھ تھوڑی فتوحات کی - اُس کے بعد اُس کا انتقال ہوا - اور اُس کے جانشین حضرت داؤد علیہ السلام ہوئے اُنہوں نے تمام ملک مصر و شام فتح کیا - اُن کے جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے - اُنہوں نے پہلی فتوحات پر بہت زیادہ ترقی کی - یعنی تمام ملک فارس - کابل - خراسان فتح کیا - مشرق میں اور مغرب میں تمام یونان اور اکثر یورپ فتح کیا - اور افریقہ میں بلقیس کا ملک فتح کیا - الغرض اکثر نفیرا کی پیشین گوئی پوری تمام ظاہر ہوئی -

حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات مشہور آفاق ہیں - زیادہ اس میں قلم فرسائی کی ضرورت نہیں - ناظرین خود خیال فرماتے ہیں کہ پہلی بار سے دوسری بار کس قدر زیادہ فتوحات و ترقی بنی اسرائیل اور دین موسوی کو ہوئی - اب اس امت مرحومہ کے ساتھ اس کما کے لفظ کو ملا دیں اور حدیث شریف پر غور کریں - عن

AsliAhleSunnet.com

عن جعفر عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشروا ابشروا انما مثلی امتی مثل الغیث لایدری آخرہ خیر ام اولہ او کحدیقۃ اطعم منہا فوج عاما ثم اطعم منہا فوج عاما لعل آخرہا فوجا ان یکون اعرضہا عرضا واعمقہا عمقا واحسنہا حسنا کیف تہلک امۃ انا اولہا والمہدی وسطہا وعیسٰے ابن مریم آخرہا ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منہم رواہ رزین (کذا فی المشکوٰۃ) اب اس حدیث شریف کو بنی اسرائیل کے حالات کے ساتھ مطابقت دیں تو آپ لوگوں کو لفظ کہا کا پورا پتہ لگ جائیگا۔ اس کے سوا اور بھی بہت سی حدیثیں اس باب میں ہیں جو صاف صاف اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس امت مرحومہ کو بعد تنزل پھر عروج ہوگا۔ لیکن اس عروج سے آخری عروج حضرت عیسیٰ بن مریم والا مراد نہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے انا اولہا والمہدی وسطہا وعیسی بن مریم آخرہا اس سے معلوم ہوا کہ یہ مہدی آخر الزمان نہیں۔ بلکہ مہدی اوسط ہیں۔ چنانچہ آگے جاکر اسکو منکشف کردیا ہے۔ ولکن بین ذلک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منہم یعنی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک زمانہ امت مرحومہ پر ضلالت و گمراہی کا آویگا۔ اس کے بعد تب مہدی اوسط پیدا ہونگے اور ان کی فتوحات پہلی فتوحات سے بہت زیادہ ہونگی۔ اس کے بعد پھر نزول شروع ہوگا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کو ہوا۔ اور ضلالت و گمراہی پیدا ہوگی۔ بعدہ مہدی آخر الزمان اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ بن مریم ہونگے جو وعدہ ربی لیظہرہ علی الدین کلہ کو پورا کرینگے۔ بنی اسرائیل میں دو مرتبہ خلافت ہوئی پہلی خلافت متصلہ جو حضرت یوشع علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ اور دوسری منفصلہ جو طالوت سے شروع ہوئی۔ اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام نے اسکو کمال تک پہونچایا۔ اس کے بعد پھر نزول ہوا جو بخت نصر سپہ سالار فارس کے ہاتھوں بوجہ قتل حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام بنی اسرائیل نے پایا۔ اب اس کے بعد نبی آخر الزمان کا ذکر ہے کہ اگر اس کی پیروی کروگے تو پھر عروج ہوگا والا فلا۔

اب اس امت مرحومہ کا حال ملاحظہ کریں۔ اول خلافت متصلہ ہوئی جو چار خلیفوں پر ختم ہوئی۔ دوم منفصلہ جو مہدی اوسط سے شروع ہوگی۔ اور سوم آخری عروج جو مہدی آخر الزمان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہوگا۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین ان احادیث و آیات کو بغور ملاحظہ فرماکر منتظر وعدہ آلہی کے رہیں تکونوا من المنتظرین ولا تکونوا من المتربصین۔

یہ میری تحقیق و فہم و درایت ہے۔ جو مجکو قرآن مجید و حدیث شریف کی ہدایت سے حاصل ہوئی۔ جسکو میں اپنی قوم پر پیش کرتا ہوں۔ مجکو امید کامل ہے کہ میری قوم حالت یاس میں اس بشارت سے محظوظ و منتفع و امیدوار رحمت آلہی ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

(نامہ نگار از پٹنہ)

مذاکرہ نسبت ما انا علیہ و اصحابی

(از مولوی ابونعیم محمد عبدالعظیم حیدرآبادی)

اس مذاکرہ پر ایک طویل حیثیت سے بھی روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ مگر میں مجملاً عرض کرونگا۔ کہ گو حضور کے اس مبارک ارشاد (ما انا علیہ و اصحابی) پر ہر فرقہ کا یہ دعوے ہوسکتا ہے کہ وہ مقبول اور ناجی فرقہ ہے مگر ہر فرقہ کے لئے اس دعوے کے ساتھ ہی ساتھ ان امور کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے جو درحقیقت انہیں اس مبارک قول کے ساتھ مخاطب کریں۔ لیکن پہلے آپ ما انا علیہ واصحابی کی پوری حدیث سن لیجئے۔ ارشاد نبوی ہے ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ و تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی یعنی بنی اسرائیل میں ۷۲ فرقے تھے اور میری امت میں ۷۳ فرقے ہونگے۔ ایک فرقہ کے سوا کل دوزخی قرار دئیے جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ حضور فرمائیں کہ وہ ناجی فرقہ کون ہے۔ فرمایا جس پر میں اور میرے اصحاب ہوں۔

اب یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ وہ ایسے کون امور ایسے تھے جس پر حضور کا مبارک عمل تھا اور وہ کون ایسے اعمال تھے جنکی پیروی پر صحابائے کرام نے اطاعت و رسالت کا فخر حاصل فرمایا۔ سب سے پہلے میں آپکو مسئلہ توحید کے متعلق حضور اور حضور کے اصحاب کی حالت بیان کرکے زمانہ حال کے حالات پر آپکی توجہ مبذول کراؤنگا اسکے ذکر کی ضرورت نہیں کہ انبیاء کی بعثت کی غائت خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تفہیم تھی اسی طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان تصاویر اور بتوں کی مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ سے قلع قمع کیا جو اپنے اسلاف اور انبیاء کے نام سے زیر پرستش تھے۔ اور عام طور پر حضور نے یہہ ارشاد فرمادیا اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً۔ یعنی لوگو! خدا کی اکیلی عبادت کرو اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھیراؤ۔ یہ وہ ہے جو عام طور پر حضور نے توحید کی تعلیم دی تھی۔ اب صحابہ کا احتیاط اور عمل ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے بوسہ پر فرماتے ہیں اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہی ہے اور تو نہ ایک نفع و نقصان کا نہیں مگر میرا تجکو بوسہ دینا صرف حضور کی اطاعت پر مبنی ہے اب اسکے بعد زمانہ حال کی حالت دیکھو کہ بالکل کفار کہ کیطرح اپنے بزرگوں کے نام سے لکڑی۔ پتھر۔ جھاڑ۔ پہاڑ کو موسوم کرکے نہایت خوشی سے پرستش کرنے لگے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ایک مذہبی شعار پر ایک نوع کا اعتراض فرمایا۔ مگر آج سیکڑوں قبروں اور ہزاروں شدوں کی پرستش اور بوسہ کا دی

AsliAhleSunnet.com

کے متعلق اجازت دی جا رہی ہے۔ احکام اسلام کی کوئی پروا نہیں۔ نماز روزہ کی پابندی گویا وبال جان ہے۔ مگر نذر و منت اور مرشدین کے بھروسہ پر نجات کی امید بن رہی ہے اور یہ علم نہیں کہ نجات کا دار و مدار ذاتی اعمال حسنہ پر ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا

یعنی جس شخص کو آرزو ہو کہ وہ خدا سے ملے اُسکو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائے۔ اور انہیں مشرکین کے متعلق خدا نے ایک اور قطعی فیصلہ سنا دیا ہے:۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء

یعنی خدا مشرک کو نہیں بخشیگا۔

یہ وہ ہے جو مسئلہ توحید میں خدا کے رسول اور اصحاب رسول کا عمل تھا۔

اب اتباع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کرام کا عمل اور حضور کے ارشادات پر صحابہ کی جان نثاری ملاحظہ فرمائی جاوے۔ حضور نے فرما دیا:۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ

یعنی جس نے میری اطاعت کی گویا خدا کی طاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی۔ گویا خدا کی نافرمانی کی۔

اس فرمان کے بعد ذات رسالت نے اُن امور کی بھی روک تھام فرمائی جو کہ حدود شرع سے باہر ہوں اور جو مذہبی رنگ میں بلا سند کتاب و حدیث ایجاد کی جائیں۔ اور جس پر خلاف قانون شرع ہونیکا الزام عائد ہو سکے۔

لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلوۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا و لا عدلا

یعنی ایسے شخص کی نماز اور حج اور زکوۃ اور عمرہ و خیرات قبول نہیں جو بطور مذہب و بطور دین کے اسلام میں کچھ ایجاد کرے اور جس کی سند قرآن و حدیث سے نہ ملی ہو۔

ان احکامات کی تعمیل میں صحابہ نے صرف کلام رسول کے سنانے میں بھی اسقدر احتیاط فرمایا کہ جب کسی کے روبرو کلام رسول سنایا جاتا تو الفاظ کی کمی زیادتی کے خوف سے یہ الفاظ اُس مقدس کلام رسالت کے ساتھ ادا کر دئیے جاتے (ودون ذلک او فوق ذلک او قریبا من ذلک او شبیہا بذلک)

یعنی اس سے کچھ زیادہ یا اس سے قریب یا اس کے مشابہ۔ ان الفاظ کی ادائی کا منشا یہی ہوتا تھا۔ کہ کلام رسالت میں لفظی تفاوت بھی نہ ہونے پائے اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی اسی احتیاط کے متعلق قابل ذکر و قابل عمل ہے کہ آپنے اپنے برادر زادہ کو غلیل کے مارنے سے فرمان نبوی سنا کر منع فرمایا۔ اُس نے کچھ پروا نہ کر کے پھر غلیل لگائی۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے صاف فرمایا کہ:۔

احدثک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا ثم عدت تخذف لا اکلمک ابدا

یعنی تو نے حضور کے مبارک فرمان واجب الاذعان کے سننے پر بھی غلیل مارنے کی جرات کی اس لئے میں تجھ سے کبھی بات نہ کرونگا۔

اس قسم کی ساری احتیاط اور یہ احکام رسالت کی تعمیل و پابندی نہیں مقدس ذوات پر ختم ہو چکی جہاں رائے و قیاس کے متعلق حضور نے یہ ارشاد فرما دیا:۔

من افتی بفتیا غیر ثبت فانما اثمہ علی من افتاہ

یعنی بغیر ثبوت شرعی کے جس نے فتویٰ دیا۔ تو اُسکا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔

وہاں صحابہ نے ایسے معمولی اختراع پر بھی جو بظاہر عبادت کی شکل میں نظر آئی دیتے تھے اظہار تنفر فرما دیا۔ جیسے کہ مروان کی رائے عید کی نماز سے پیشتر خطبہ پڑھنے پر کسی صحابی نے اُسکو جائز تسلیم نہ کیا۔ مگر آج اتباع رسالت کی یہ کیفیت ہے کہ

(۱) جہاں حکم رسول پیش ہو۔ وہاں اپنے مذہب کے عدم موافقت پر ارشاد نبوی سے تعرض کیا جاتا ہے۔

(۲) مساجد ویران ہو چکی ہیں مقابر آباد ہیں۔

(۳) مساجد میں نہ وہ فرش ہے نہ وہ روشنی ہے نہ وہ رونق ہے۔ مقابر کا سالانہ عرس اور روزانہ اسباب رونق قابل تعجب ہیں۔

(۴) طبیعت کی خواہشوں اور غیر اقوام کی تقلید کے شوق نے تین عیدوں کے سوائے عید شعبان اور عید میلاد النبی کے اختراع پر بھی ہمیں مجبور کر دیا ہے جب اس قسم کی حالت ہماری ہو۔ اور ہم اتباع رسالت و پیروی اسلاف سے اس طرح کوسوں پڑے ہوں۔ تو پھر

ما انا علیہ و اصحابی

کے فرقہ میں داخل ہونیکا دعوی کرنا کس قدر لغو و بیکار ہوگا۔ ہاں جس صورت سے کہ ہم اسلاف و اخلاف میں مقابلہ دکھاتے ہیں۔ اگر ہمارے اعمال اسلاف کے موافق ہیں تو بے شک یہ دعوے ہو سکتا ہے کہ ہم

ما انا علیہ و اصحابی

میں داخل ہیں۔ اور یہ دعوے اسی فرقہ کو ہو سکتا ہے جو توحید پر مستقیم ہو۔ اور اتباع رسالت میں اپنی جان دیتا ہو اور علانیہ کہتا ہو ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفٰے بر جان مسلم داشتن
ہوتے ہوئے مصطفٰے کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار
رکھا ہوں کام دہی سے یہی ہے ورد جان اپنا
خدا ایک مہرباں بس ہے محمد رہنما اپنا۔
تمسک بحبل اللہ واتبع الھدی
ولا تک بدعیا لعلک تفلح

ہاں اتنا اور عرض کئے دیتا ہوں کہ ایسے ہمارے مقلدین بھائی جنہوں نے تقلید شخصی کو فرض یا سنت نہیں سمجھا اور کلام رسول کے ساتھ انہوں نے فرمایا

AsliAhleSunnet.com

تقلید کو رخصت کر دیا۔ اور انہوں نے احکام رسالت کے سنتے ہی دل سے قدر کی ہو اور فوراً حکم رسول پر عمل کر لیا ہو۔ وہ بھی میری رائے میں

ما انا علیہ و اصحابی

سے باہر نہیں ہو سکتے۔

راقم ابو نعیم محمد عبد العظیم حیدر آبادی

مؤلف:۔ مولانا آپکا مطلب یہ ہوا کہ امور منصوصہ شرعیہ کی پیروی کرنیوالا اس حدیث کا مصداق ہے۔ بہت خوب۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کوئی فرقہ اسلامی فرقوں میں سے ایسا ہے جو یہ کہے کہ میں امور منصوصہ کی پیروی نہیں کرتا یا نہیں کرونگا۔ یہ جدا بات ہے کہ آپ کے نزدیک امور منصوصہ کیا ہیں اور دوسروں کے نزدیک کیا۔ پس آپکی اس تحقیق سے بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مصداق اپنے خیال میں ہر ایک فرقہ ہے۔ دوسرے کے خیال کی پابندی میں کوئی بھی نہیں۔ اسلئے اگر میں یہ کہوں کہ آپکی تقریر سے اصل مضمون کی تائید یا تردید مفہوم نہیں ہوتی تو بجا ہے۔

شہر مین پوری میں آریوں کی مزاج پرسی

(از مہاشہ دھرم پال جی بی اے)

پادری میکلن صاحب کے بلانے پر میں ۲۵۔ نومبر کو مین پوری پہنچا۔ اُسی روز میرا لیکچر اس مضمون پر ہوا کہ آریہ فرقہ کوئی مذہبی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ مذہب کی آڑ میں ایک پولیٹکل گروہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُنکو اس مضمون پر بحث کرنے کے لئے چیلنج بھی دیا گیا۔ مگر چیلنج کے جواب میں دوسری طرف سے محض گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار نکالا گیا۔ اور میرے چیلنج کو قطعی نامنظور کیا گیا۔ دوسرے دن اس بات پر میرا لیکچر ہوا کہ تناسخ کا ماننے والا کسی صورت میں خدا پرست نہیں ہو سکتا۔ لیکچر کے خاتمہ پر دیانندیوں کو پھر مباحثہ کے لئے چیلنج دیا گیا۔ مگر انہوں نے نامنظور کیا۔ تیسرا لیکچر اس مضمون پر ہوا کہ سوامی دیانند کے نقطہ خیال سے وید خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اسپر بھی دیانندیوں کو چیلنج دیا گیا۔ مگر صلائے برخواست۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ فریق ثانی چناں خفتہ اند کہ گوئی ...... تو میں نے مین پوری میں زیادہ ٹھیرنا نامناسب سمجھا۔ راستے میں پادری میکلن صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ دیانندیوں کا ارادہ ہے کہ آپ کے چلے جانے کے بعد آپکے متعلق کوئی نوٹس نکالیں جو غالباً چھپ رہا ہے۔ اس بات کو سنکر میں پادری صاحب کے مکان پر ہی ٹھیر گیا۔ چنانچہ دن کے ۱۲ بجے کے قریب ایک چھپا ہوا نوٹس میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ جس میں لکھا تھا کہ اگر مسٹر دھرمپال کسی مذہبی مضمون پر ہمارے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہوں۔ تو ہم تیار ہیں۔ مضمون اور وقت مباحثہ سے مطلع کریں۔ چنانچہ اس نوٹس کا میں نے اسی وقت بذریعہ چٹھی جواب دیا کہ میں مباحثہ کے لئے تیار ہوں۔ مگر مباحثہ تحریری ہوگا۔ اور مضمون یہ ہوگا کہ سوامی دیانند کے نقطہ خیال سے وید خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور کل ۹ بجے مباحثہ شروع کر دیا جاوے۔ اس چٹھی کو دیکھتے ہی دیانندیوں کے ہوش اڑ گئے۔ اور انہوں نے جوابی چٹھی اس مضمون کی روانہ کی۔ کہ ہم اس مضمون پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اسکا جواب میں نے یہ دیا کہ اگر آپ اس مضمون پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی سوامی دیانند کے نقطہ خیال سے وید خدا کا کلام نہیں ہیں گویا آپنے میرے دعوے کو تسلیم کر لیا۔ جب یہ حالت ہے تو پھر بحث کس بات پر ہو۔ لہذا میں آج شام کی گاڑی میں چلا جاؤں گا۔

اس چٹھی کا کوئی جواب آریوں نے نہ دیا۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد سماج کا پردھان مع چند دیگر سبھاسدوں کے میرے پاس پہنچے۔ اور کہنے لگے کہ مباحثہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم آپسے یہ نویدن کرنے آئے ہیں۔ کہ آپ دو تین روز تک ہمارے ہاں ٹھیریں۔ کیونکہ آخر آپ ہمارے ہی ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اگر مباحثہ منظور ہو۔ تو میں ٹھیر سکتا ہوں۔ لیکن چونکہ مضمون مذکورہ بالا پر مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں میری بات کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس لئے اب زیادہ ٹھیرنا فضول ہے۔ اتنے میں منتری آریہ سماج کی پرائیویٹ چٹھی ملی کہ آپ میرے مہمان ہوں کیونکہ میں نے آپ سے کچھ بات چیت کرنی ہے۔ یہ خیال کر کے کہ شاید کچھ مفید بحث ہوگی۔ میں نے وہاں ایک دن ٹھیرنا منظور کر لیا۔ لیکن سماج کیطرف سے نہ تو کسی مضمون پر تحریری بحث منظور کیگئی۔ نہ ہی کوئی مفید گفتگو ہوئی۔ ہاں نیوگ کا قصہ لے بیٹھے۔ جسپر میں نے چند نشانے لگائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی آریوں نے نیوگ سے نفرت کا اظہار کیا۔ آخر کار جب میں نے دیکھا کہ مینپوری میں اب زیادہ ٹھیرنا فضول ہے تو میں یکم دسمبر کو وہاں سے چل پڑا۔

(دھرم پال)

قادیانی مسیح کا آنا بے فائدہ ثابت ہوا

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی ہیں کہ میں وہ مسیح موعود ہوں۔ جس کی بابت توریت انجیل۔ قرآن احادیث میں ذکر آیا ہے۔ موصوف نے براہین احمدیہ میں اُس مسیح موعود کی بابت یوں لکھا ہے

هو الذي ارسل رسوله بالهدی

ودين الحق ليظهره على الدين كله

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئیگا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے۔ تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹)

اس عبارت سے حضرت مسیح موعود کی برکات کا ثبوت ملتا ہے کہ اون کے زمانہ میں اسلام کیا بحیثیت مذہبی اور کیا بحیثیت سیاسی اس درجہ ترقی کریگا کہ پہلے کبھی

AsliAhleSunnet.com